پروفیسر ڈاکٹر عاصی کرنالی

اپنی منزل کی طرف

اللہ کے حضور حاضر ہونے کے بعد محبوبِ کبریا، ممدوحِ کائنات، سیّد المرسلین، خاتم النبیین، وجۂ تخلیقِ آدم و عالم، بہارِ چمنستانِ موجودات، ہادیٔ انسانیت، اور منزلِ کاروانِ ہست و بُود حضرت محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بارگاہِ رحمت میں حاضری دینے کی ساعتِ سعید آ پہنچی۔

میں کانپتے قدموں کے ساتھ آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا۔ میرا بدن، میرا دل، میری رُوح ایک جلال کی گرفت میں تھی۔ ایک دبدبہ ایک ہیبت، ایک سب سے جلیل القدر ذاتِ گرامی کی بارگاہ میں حاضر ہونے کا ڈر مُجھ بے مایہ' کمتر، ہیچ، معدوم شخص پر پوری طرح چھایا ہوا تھا۔ اُن کا جلال مُجھے سہار رہا تھا، لیکن اُن کی رحمت میرا حوصلہ بڑھا رہی تھی اب میں حضور علیہ السّلام کے قدمینِ شریفین میں ایستادہ تھا۔ خدا کی قسم میرے ہونٹ خشک تھے میری زبان گُنگ ہو چکی تھی۔ الفاظ مجھے سوجھ نہیں رہے تھے۔ اظہار و بیان کے سوتے خشک ہو چکے تھے۔ حافظہ، یادداشت، سب مِٹ چکے تھے۔ سارا نام نہاد علم، ساری ناکارہ فصاحت و بلاغت، سارے بے سُود وسائلِ اظہار و ابلاغ سب کے پرکٹ چکے تھے گائیڈ بُکس میں پڑھا تھا۔ حاضری دو، تو یہ پڑھنا، وہ پڑھنا، یہ دُعا مانگنا، وہ مدعا بیان کرنا، تمام عزیزوں اور دوستوں کے سلام اور مطالبے پیش کر دینا'...... لیکن، لیکن، کہاں تھا یہ سب کچھ، ہر شئے محو ہو چکی تھی! میں اُس وقت عدم کا ایسا نقطہ تھا جو مِٹ رہا تھا، مِٹ چکا تھا...... نقطہ بھی معدوم ہو چکا تھا...... ایسے میں کیا کرتا' مجھے کیا کرنا چاہیے تھا، میں کر بھی کیا سکتا تھا، بس مَیں بے ساختہ دُرود پڑھنے لگا۔ بے تحاشا رونے لگا۔ مَیں، مَیں اُن کے سامنے یا ذرّہ تھا، اُڑ گیا۔

یا موم تھا جو پگھل گیا

یا آنسو تھا جو بہ گیا

بس درود، مسلسل درود، لگاتار درود

زبان سے درود، دل سے درود، پورے وجود سے درود

یہ میری پہلی حاضری تھی!

میں ہوٹل کے کمرے میں پہنچا۔ اشکوں کی نمی میرے رُخساروں پر تھی۔ اب آنسوؤں کی تپش، راحت میں، ٹھنڈک میں تبدیل ہو رہی تھی، جیسے اُن کی شانِ رحمت نے چُپکے سے میرے سر پر ہاتھ رکھ دیا ہو!

☆☆☆